**Al-Raqim (Research Journal of Islamic Studies)**
Volume 02, Issue 01, January-June 2024.
**Open Access at**: https://journals.iub.edu.pk/index.php/alraqim
**Publisher:** Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus, Pakistan

# مقاصدِ شریعت کی روشنی میں ربا کا مسئلہ — تحقیقی مطالعہ

*The Issue of Usury in the Light of the Maqāsid al of Sharīʿah: A Research Study*

**Inam Ullah**
Director General Research, Islamic Ideology Council Islamabad, Pakistan.
dr.inamullah1965@gmail.com

**Abstract:**
*The jurists and scholars of Islam have mentioned numerous fundamental and subsidiary objectives and outcomes in relation to the secrets and mysteries of all Sharīʿah rulings. These are interpreted as the objectives of Sharīʿah Maqla. In the view of the maqāsidī jurists (those who engage in discussions about the objectives of Sharīʿah), it is believed that the underlying purpose behind all the Sharīʿah Injunctions is the achievement of those objectives. While adhering to the objectives of Sharīʿah and keeping them in consideration, the scholars in every era identify and formulate legal adaptations for new emerging issues and they seek guidance from the objectives of Sharīʿah. The prohibition of usury (ribā) in the religion of Islam is established with definitive evidences. However, the Quran and the Prophetic traditions explicitly declare usury as prohibited in limited specific situations. This is why jurists have made efforts to ascertain the underlying effective cause for the prohibition of usury in order to determine the Sharīʿah rulings for the undefined new issues. As the jurists have elucidated the effective causes for the prohibition of usury, in the same way, it was also necessary to examine and evaluate the prohibition of usury in the context of the objectives of Sharīʿah.*
*This study is an attempt to comprehend the prohibition of usury in the light of the objectives of Sharīʿah. Furthermore, a critical analysis has been presented, examining the prevalent banking system based on lending and borrowing in the context of these objectives*

Al-Raqim Research Journal, Department of Islamic Studies, IUB, RYK Campus is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

.**Keywords:**
*Maqāsid, Sharīʿah, Ribā.*

فقہائے کرام اور حکمائے اسلام نے تمام شرعی احکامات کے اسرار و رموز کے تناظر میں ایسے متعدد اساسی اور فرعی اہداف اور ثمرات ذکر فرمائے ہیں، جن کو مقاصد شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مقاصد شریعت سے بحث کرنے والے فقہائے اسلام کی نظر میں تمام اسلامی احکامات کی پشت پر بالآخر انہی مقاصد کا حصول معلوم ہوتا ہے۔

مقاصد شریعت کی رعایت کرتے ہوئے اور انہیں مد نظر رکھتے ہوئے علماء کرام اور مفتیان عظام ہر دور میں نئے پیش آمدہ مسائل اور غیر مصرحہ صورتوں کی فقہی تکییف معلوم کرتے ہیں اور مقاصد شریعت سے رہنمائی لیتے ہیں۔

دین اسلام میں ربا کی حرمت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے، لیکن قرآن کریم اور احادیث نبوی کی جن نصوص میں ربا کو حرام قرار دیا گیا ہے ان میں ربا کی چند محدود صورتوں کی صراحت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے حرمت ربا کی علت معلوم کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ اسی علت کی روشنی میں غیر مصرحہ نئی صورتوں کا حکم معلوم کیا جائے۔ حرمت ربا کی جس طرح فقہائے کرام نے علتیں ذکر فرمائی ہیں، اسی طرح مقاصدِ شریعت کے تناظر میں بھی حرمت ربا کا جائزہ لینے کی ضرورت تھی۔

زیرِ نظر مضمون میں حرمت ربا کو مقاصد شریعت کی روشنی میں سمجھنے کی سعی کی گئی ہے۔ نیز مقاصدِ شریعت ہی کی روشنی میں مروجہ بینکاری نظام میں قرض کی بنیاد پر نفع لینے اور دینے کا جو تعامل ہے اس کا شرعی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

ربا کو ایک ظالمانہ رویہ قرار دیا گیا ہے۔ اس مسئلے کو مقاصد شریعت اور بنیادی اہداف کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے، کیا اس کی بنیاد پر ہم بنکوں کے نظام کا جائزہ لے سکتے ہیں؟

**ربا کو ایک ظالمانہ رویہ قرار دیا گیا ہے۔**

اس نظریے کی بنیاد قرآن مجید کی حسب ذیل آیت کریمہ ہے:

ترجمہ: "اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے ہے اصل مال تمہارا نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر۔" (البقرۃ: آیت نمبر ۲۷۸-۲۷۹)

ان آیات کے آخری الفاظ "لا تَظلمون و لا تُظلمون" (نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر) بتاتے ہیں کہ سود لینا دینا ظلم ہے اور ظلم ہی کی وجہ سے ربا کو ظالمانہ رویہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

علة حرمة الربا كونه ظلماً وغبناً لقوله تعالٰى (لا تَظلمون ولا تُظلمون)[1]

(ربا کے حرام ہونے کی علت اس کا ظلم اور غبن ہونا ہے۔ اس لیے کہ ارشاد ربانی ہے۔ ترجمہ: "نہ تم کسی

پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر")۔

**ربا مقاصد شریعت کی روشنی میں:**

سورۃ بقرہ کی متذکرہ بالا آیت کریمہ جہاں ربا کی حرمت پر نص قطعی ہے، وہاں اس بات کی طرف بھی واضح اشارہ ہے کہ حرمت کی بنیادی وجہ ربا کا مقاصد شریعت کے خلاف ہونا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ربا معاملات مالیہ میں سے ہے اور اموال میں شریعت کے پانچ مقاصد ہیں جیسا کہ ابن عاشور نے اس کی تصریح کی ہے۔ فرماتے ہیں:

والمقصد الشرعي في الأموال كلها خمسة أمور: رواجها ووضوحها وحفظها وثباتها والعدل فيها[2]

(تمام اموال میں شریعت کے مقاصد پانچ ہیں اموال کا رائج ہونا (یعنی ان کے ذریعے مارکیٹ میں لین دین ہو رہا ہو) (۲) واضح ہونا (یعنی معاملات میں ابہام نہ ہو، تاکہ نقصان اور لڑائی جھگڑے کا امکان کم سے کم ہو) (۳) اموال کی حفاظت (۴) ثابت ہونا (یعنی مال پر ملکیت کا ثابت ہونا، (۵) عدل[3]۔

ذیل میں اب ان پانچوں مقاصد کے پیش نظر سود اور ربا کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

**(۱) سودی معاملات کا مقصد شریعت "عدل فی الأموال" سے متصادم ہونا:**

متذکرہ بالا مقاصد میں پانچواں مقصد اموال میں "عدل" کا مظاہرہ کرنا ہے۔ "عدل فی الاموال" کی وضاحت ملاحظہ ہو۔

أما العدل فيها فذلك بأن يكون حصولها بوجه غير ظالم، وذلك إما أن تحصل بعمل مكتسبها وإما بعوض مع مالكها أوتبرع وإما بإرث۔[4]

(جہاں تک معاملات مالیہ میں عدل کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اموال کے حصول کے لیے ظلم وزیادتی سے پاک طریقہ اختیار کیا جائے۔ جس کی چار صورتیں ہیں۔ ۱- کمانے والے کی محنت کے نتیجے میں مال حاصل ہو ۲- مالک کو عوض دیکر مال حاصل کیا جائے ۳- تبرع یعنی احساناً یوں ہی مالک اپنا مال کسی کو ھبہ، تحفہ یا صدقہ کے طور پر) دے۔ ۴- وراثت کے ذریعے مل جائے۔

سود کے ذریعے حاصل ہونے والا مال ان چار طریقوں میں سے کسی بھی طریقے سے حاصل نہیں کیا جاتا، اس لیے کہ سود کی تعریف ہی یہی ہے کہ قرض کے بدلے زائد وصولی، جو خالی عن العوض ہو، اور چونکہ عوض کے بدلے مال حاصل کرنا مبنی بر عدل ہے اور بغیر عوض کے مال حاصل کرنا مبنی بر ظلم ہے، لہذا سودی معاملہ مبنی بر عدل نہیں بلکہ اس میں ظلم کا عنصر پایا جاتا ہے۔ لہذا ربا اور سودی معاملہ مقصد شریعت (یعنی عدل فی الاموال) کے منافی اور متصادم ہے۔

**۲- سودی معاملات کا مقصد شریعت "ثبات الاموال" سے متصادم ہونا:**

متذکرہ بالا مقاصد شریعت میں چوتھا مقصد شرعی "ثبات الاموال" ہے، یعنی:

"تقررها لا صحابها بوجه لا خطر فيه ولا منازعة"[5]

(مال والوں کو اپنے اموال میں ایسی ملکیت حاصل ہو جس میں کوئی تردد اور نزاع نہ ہو)

شریعت کے اس مقصد کے حصول کی تین عملی شکلیں ہیں، بالفاظ دیگر یہ مقصد تین مقاصد شریعت پر مشتمل ہے۔ (۱) ملکیت میں کوئی تردد اور شک وشبہ نہ ہو (۲) مالک کو ہر قسم کے تصرفات کا اختیار حاصل ہو (۳) مالک کی حقیقی رضامندی کے بغیر اس سے مال نہ لیا جائے[6]۔

دوسرے مقصد کی مزید وضاحت ملاحظہ ہو:

"أن يكون صاحب المال حر التصرف فيما تملكه أو اكتسبه تصرفاً لا يضر بغيره ضرًا معتبراً ولا اعتداء فيه على الشريعة[7]

(مال والے کو اپنی ملکیت اور کمائی میں بغیر روک ٹوک کے آزادی کے ساتھ تصرفات کا حق حاصل ہو، بشرطیکہ اس تصرف میں دوسروں کا معتدبہ نقصان نہ ہو اور نہ شریعت کے احکام کی خلاف ورزی ہو)

حاصل یہ ہوا کہ صاحب مال کا ضرر سے خالی تصرف کا مالک ہونا شریعت کے مقاصد میں سے ہے۔ لہذا ضرر پر مبنی تصرفات اور معاملات اس مقصد شریعت کے خلاف اور ناجائز ہیں اور ربا بھی ان معاملات میں سے ہے، جن میں ضرر ہے۔ لہذا مقاصد شریعت کے خلاف ہے، ابن عاشور لکھتے ہیں۔

"ومنعت المعاملة بالربا لما فيه من الاضرار العامة والخاصة"۔[8]

(ربا پر مشتمل معاملات کو ممنوع قرار دیا گیا، اس لیے کہ وہ عمومی و خصوصی ضرروں پر مشتمل ہے۔)

سود کے نقصانات اجمالی طور پر حسب ذیل ہیں:

**الف-اخلاقی وروحانی نقصانات:** روپیہ جمع کرنے کی خواہش سے لیکر سودی کاروبار کے مختلف مراحل تک پورا ذہنی عمل خود غرضی، بخل تنگ دلی، سنگ دلی اور زر پرستی جیسی صفات کے زیر اثر جاری رہتا ہے اور سودی کاروبار کے آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ صفات نشوونما پاتی چلی جاتی ہیں۔

**ب-تمدنی واجتماعی نقصانات:** سودی معاملات خود غرضی پر مبنی ہوتے ہیں ایک شخص کی حاجت مندی دوسرے کے لیے نفع اندوزی کا موقع بن جاتا ہے۔ ایسا معاشرہ عدم استحکام، پراگندگی اور انتشار کا شکار رہتا ہے۔ بین الاقوامی تعلقات بھی جب خود غرضی اور مفاد پرستی اور نفع اندوزی پر مبنی ہوں تو وہ پائیدار نہیں ہوتے اور اقوام باہم دست وگریبان رہتے ہیں۔

**ج-معاشی نقصانات:** اہل حاجت کے قرضوں پر رائج سود کے نتیجے میں قرض لینے والے غریب لوگ، بھاری شرح

سود کی وجہ سے سودی قرضوں میں پھنسے رہتے ہیں اور لیا ہوا قرض پوتوں تک وراثت میں منتقل ہوتا چلا جاتا ہے اور نتیجے میں دائمی فکر اور پریشانی کارکنوں کی قابلیت کار کو گھٹا دیتی ہے اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی محنت کا پھل سود خور لے اڑتا ہے تو اپنے کام سے انکی دلچسپی کم ہو جاتی ہے[9]۔

**۳- ربا کو حرام ٹھہرانے میں مقصد شریعت "ہمدردی":**

ربا اور سود کو حرام ٹھہرانے میں شریعت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ امت کے اندر ایسی فضا قائم کی جائے جس میں امیر لوگ غریبوں اور محتاجوں کے ساتھ ہمدردی، غمخواری کا اس طرح اظہار کریں کہ ان کو بلا سود قرضے دیں اور یوں ان کی ضروریات پورا کرنے کی کوشش کریں۔ ابن عاشور اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"وحكمة تحريم الربا هي قصدالشريعة حمل الامة على مواساة غنيها محتاجها احتياجاً عارضاً موقتاً بالقرض، وهو ضرب من المواساة إلا أن المواساة منها فرض كالزكاة، ومنها ندب كالصدقة والسلف، فإن انتدب لها المكلف حرم عليه طلب عوض عنها وكذالك المعروف كله وذلك أن العادة الماضية في الأمم وخاصة العرب أن المرء لايتدا ين الا لضرورة حياته فلذلك كان حق الأمة مواساته"۔[10]

(ربا کو حرام ٹھہرانے کی حکمت یہ ہے کہ شریعت کے مقاصد میں سے ہے کہ امت کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ ہمدردی کے طور پر مالدار لوگ فقیر لوگوں کے عارضی فقر و احتیاج کو قرضے کے ذریعے دور کریں، چنانچہ قرضہ دینا ہمدردی کی ایک صورت ہے۔ تاہم ہمدردی کی بعض صورتیں فرض ہیں جیسے زکوٰۃ کی ادائیگی، اور بعض صورتیں مندوب اور مستحب، جیسے صدقہ اور قرض۔ پس اگر کوئی مکلف اور احکام شریعت کی پابندی کا ذمہ دار شخص اس مستحب حکم پر عمل کرنے کے لیے آگے بڑھتا ہے تو اس کے لیے عوض اور بدلہ کا مطالبہ کرنا حرام اور ممنوع ہوگا۔ یہی اصول نیکی کے تمام کاموں میں کارفرما ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پچھلی قوموں، بالخصوص عربوں کا طریقہ کار یہ تھا، کہ کوئی بھی شخص قرض صرف ضروریات زندگی کے لیے لیتا۔ لہٰذا امت کی ذمہ داری ٹھہر گئی کہ وہ ایسے ضرورتمندوں سے اظہار ہمدردی کرے)۔

**۴- ربا کو حرام ٹھہرانے میں مقصد شریعت، صلاحیتیں برباد کرنے سے روکنا:**

ابن عاشور لکھتے ہیں:

"ويمكن ان يكون مقصد الشريعة من تحريم الربا البعد بالمسلمين عن الكسل في استثمار المال، والجاؤهم إلى التشارك والتعاون في شؤون الدنيا. فيكون تحريم الربا، ولوكان قليلاً مع تجويز الربح من التجارة والشركات، ولوكان كثيراً تحقيقاً لهذا

المقصد"۔[11]

(ممکن ہے کہ ربا کو حرام ٹھہرانے میں شریعت کا یہ بھی مقصد ہو کہ مسلمانوں کو سرمایہ کاری کے میدان میں پیچھے رہنے اور کسل مندی سے روکے، اور دنیاوی معاملات میں باہمی تعاون واشتراک کار پر آمادہ کرے۔ چنانچہ سود کو حرام قرار دیا گیا اگرچہ اس کی مقدار کم ہو، اور تجارت وغیرہ کے ذریعے نفع کمانا جائز قرار دیا گیا اگرچہ اس کی مقدار زیادہ ہو، تاکہ شریعت کا متذکرہ بالا مقصد حاصل ہو۔)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی کے الفاظ میں متذکرہ بالا مقاصد شریعت کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"ان حكمة تحريم ربا النسيئة إجمالاً: هي مافيه من ارهاق المضطرين والقضاء على عوامل الرفق والرحمة بالإنسان، ونزع فضيلة التعاون والتناصر في هذه الحياة واستغلال القوي لحاجة الضعيف وإلحاق الضرر العظيم بالناس، فإذا صارت النقود محلاً للتعامل بزيادة ربوية كالسلع العادية حالا أونسيئة، اختل معيار تقويم الأموال الذي ينبغي أن يكون محدوداً مضبوطاً لايرفع ولا ينخفض، وإذا جاز ربا النسيئة في المطعومات ببيع بعضها ببعض لأجل اندفع الناس إلى هذا البيع طمعاً في الربح فيصبح وجودا الطعام حالاً عزيز المنال فيقع الضرر في أقوات العالم"۔[12]

(اجمالی طور پر سود کو حرام قرار دینے کی حکمت یہ ہے کہ سودی نظام میں حاجت مندوں اور غربت کے ہاتھوں مارے لوگوں کو ظلم کی چکی میں پیسا جاتا ہے، انسانی ہمدردی ورحمدلی کو نظر انداز کیا جاتا ہے، دنیاوی زندگی میں باہمی تعاون اور ایک دوسرے کے کام آنے والے اخلاق کو اتار پھینک دیا جاتا ہے، طاقت ور شخص کمزوروں اور ضرورتمندوں کی مجبوری سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور یوں ناقابل تصور نقصانات کا سامنا کرتے ہیں۔ چنانچہ جب اجناس کی طرح کرنسی ہی کا سودی منافع کے ساتھ نقد یا ادھار لین دین شروع ہو جاتا ہے تو کرنسی کی مالیت کے معیار میں خلل پڑ جاتا ہے۔ حالانکہ کرنسی کی مالیت کا ایک معلوم اور معیاری نظام ہونا چاہیے جس میں کرنسی کی قدر میں کمی بیشی ممکن نہ ہو اور جب کھانے پینے کی اشیاء میں ربا النسیئہ جائز جائے اور قسطوں پر لین دین شروع ہو جائے تو لوگ منافع خوری کی لالچ میں اس طرح کا لین دین اختیار کرلیتے ہیں جس کے نتیجے میں کھانے پینے کی چیزیں مارکیٹ میں دستیاب نہیں رہتی اور یوں عالمی مارکیٹ میں ضروریات زندگی کی دستیابی کے حوالے سے ناقابل تصور نقصانات پیش آتے ہیں۔)

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کیا اس کی بنیاد پر ہم بنکوں کے نظام کا جائزہ لے سکتے ہیں؟ تو جواب سے پہلے تمہید

کے طور پر ربا کی تعریف اور اقسام کے متعلق ایک اجمالی خاکہ پیش کرنا مناسب ہو گا۔

**ربا کی تعریف:**

"فضل مال بلاعوض في معاوضة مال بمال"۔[13]

یعنی مالی معاملہ میں آپس کی رضامندی سے معاملہ کرنے والوں میں سے کسی ایک کو ملنے والا زائد (یعنی خالی عن العوض) نفع[14]۔

**ربا اور اس کی اقسام:** ربا کی ابتدائی طور پر دو قسمیں ہیں۔

۱-ربا الدیون۔ ۲-ربا البیوع

**۱-ربا الدیون:** اس قسم کو ربا الجاھلیہ ربا القرآن ربا جلی اور ربا حقیقی بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دائن کسی کو اس شرط کے ساتھ قرض دے کہ قرضدار قرض کی رقم کو مشروط اضافے کے ساتھ لوٹائے گا۔

زمانہ جاہلیت میں اس کی حسب ذیل صورتیں تھیں۔

(الف) امیر لوگ صاحب ضرورت کو کچھ نقد قرض کے طور پر دیتے اور ادائیگی کے لیے مدت متعین کر دیتے اور اس ادھار پر کوئی شرح سود لگا دیتے۔ یعنی قرض کی اصل رقم مع سود لوٹاتے۔

(ب) مدت مقررہ پر قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں سود اور اصل رقم کو ملا کر اصل رقم بنا دیتے اور اس مجموعہ پر سود لگا دیتے بسا اوقات سود کی رقم اصل رقم سے بھی کئی گنا زائد ہو جاتی۔

(ج) زیور و ہتھیار وغیرہ رہن رکھتے اور اس کی کم سے کم قیمت لگاتے اور اس کے حساب سے قرض دیتے اور مدت مقررہ کا سود لگا کر ان کو ہضم کر لیتے۔

(د) تجارتی اور اجتماعی قرض بھی سود پر لیتے جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا کاروبار تھا۔

**۲-ربا البیوع:** اس قسم کو ربا الحدیث، ربا الفضل، ربا النقد اور ربا خفی بھی کہا جاتا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اشیاء ربویہ کا تفاضل کے ساتھ باہم خرید و فروخت کیا جائے۔ یعنی جنس کے بدلے جنس کی خرید و فروخت ہو اور ایک جنس کی مقدار دوسری جنس سے زیادہ ہو۔ اس کا ذکر چونکہ حدیث میں آیا ہے لہذا اس کو ربا الحدیث کہا جاتا ہے اس میں تفصیلی ابحاث ہیں، جن کو یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں[15]۔

**بنکوں کا سود:** رائج الوقت بنکاری میں کوئی شخص اپنے اکاؤنٹ میں رقم جمع کرتا ہے۔ اس رقم پر ماہانہ یا سالانہ متعین شرح سے سود لگتا ہے اور سود کی رقم اصل رقم میں شامل ہوتی ہے اور یوں اگلی مرتبہ اصل رقم جمع سود پر سود لگتا رہتا ہے اور یوں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ بنک جن سودی قرضوں کو جاری کرتا ہے ان پر بھی مقروض کو متعین شرح پر سود دینا پڑتا ہے۔ یوں

دیکھا جائے تو بنکوں کو سود وہی سود ہے جس کا زمانہ جاہلیت میں رواج تھا۔ جو بنص قرآنی حرام ہے لہذا علماء نے بنکوں کے نظام کو سودی ہی قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر وھبۃ زحیلی رقم طراز ہیں:

"ربا المصارف من ربا النسيئة: ماهو معروف اليوم في المصارف اوالبنوك من إعطاء مال أو قرض مال لأجل بفائدة سنوية أو شهرية كسبعة في المئة أوخمسة أواثنين ونصف فهو أ كل لأموال الناس بالباطل وأن مضار الربا متحققة فيه فحرمته كحرمة الربا واثمه كاثمه، أي انه ربا النسيئة"۔ (16)

(بنکوں کا سود ربا النسیئہ کی قسم ہے: اس دور میں بنکوں میں جو طریقہ کار رائج ہے کہ قرض کے طور پر مال دیا جاتا ہے تاکہ سالانہ یا ماہانہ اس پر ایک خاص شرح مثلاً سات، پانچ یا ۲/ ۱ فیصد فائدہ دیا جائے تو یہ بھی لوگوں کے اموال کو باطل طریقے پر کھانے کا ایک نظام ہے اور سود کے تمام نقصانات کا اس میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے لہذا اس کی حرمت بھی سود کی حرمت کی طرح ہے اور سود کی طرح گناہ بھی یعنی ربا النسیئہ کی شکل ہے۔)

چنانچہ جب یہ بات ثابت ہے کہ بنکوں کے منافع سود کی ایک شکل ہے جو زمانہ جاہلیت کے سود کے بالکل مشابہ ہے بلکہ بنک کے نظام میں دو طرفہ سودی معاملات ہوتے ہیں۔ یعنی بنک سود دیتا بھی ہے اور سود لیتا بھی ہے۔ لہذا ربا کی دوسری صورتوں کی طرح مقاصد شریعت سے متصادم ہے۔

**حوالہ جات:**


1- عثمانی، ظفر احمد، **کشف الدجی عن وجہ الربا** (کراچی: ادارہ القرآن، س۔ن)، 50۔

Usmani, Zafar Ahmad, *Kashaf Udduja an Wajhi Riba* (Karachi: Idra Alquran, ), 50.

2- ابن عاشور، محمد طاہر، **مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ** (اردن:، دار النفائس، ۱۴۸۱ھ-۲۰۰۱م)، 46۔

Ibne Aashoor, Muhammad Tahir, *Maqasad Alshariat Ul Islamia* (Jordan: Dar al Nafais, 1481 H-2001AD), 46.

3- ایضاً، 464-477۔

Ibid., 464-477.

4- ایضاً، 477۔

Ibid., 477

5- ایضاً، 774۔

Ibid., 774.

6- ایضاً، 474-476۔

Ibid., 474-476.

7- ایضاً، 476۔

Ibid., 476.

8- ایضاً، 476۔

Ibid., 476.

9- مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، **حرمت سود** (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، س،ن)، 41-48۔

Modoodi, Abu Alaala, Syed, *Hurmat e Sood* (Lahore: Islamic Publications), 41-48.

10- ایضاً۔

Ibid.

11- ابن عاشور، محمد الطاہر، **التحریر والتنویر** (بیروت، موسسۃ التاریخ، طبقہ ۱۴۲۰ھ)، 3/218۔

Ibne Aashoor, Muhammad Tahir, Al tahreer wal Tanveer (Beroot: Moasa tul Tarkh, 1420H), 3/218.

12- وھبہ زوحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ** (دمشق، دارالفکر، طبعۃ ۱۹۸۹ء)، 4/682۔

Wahba Zoheli, *Al Fiqah al Islami wa Idillah* ( Damascus: Dar Alfikar, 1989 AD), 682.

13- النسفی، ابوالبرکات، عبداللہ بن احمد، **کنز الدقائق** (انڈیا، دیوبند، المکتبۃ الرحیمیۃ)۔ 233۔

Al Nasfi, Abu Albarkat, Abdullah bin Ahmad, *Kanz Ud Daqaiq* (India,Deobnad: Almaktaba Rahimia), 233,

14- اسعدی، محمد عبیداللہ، **الربا** (انڈیا، اسلامک فقہ اکیڈمی، طبقہ، ۱۹۹۴ء)، 33۔

Asadi, Muhammad Ubaid Ullah, *Al Riba* ( India: Islamic Fiqh Academy, 1994AD), 33.

q15- ایضاً، 35-38۔

Ibid., 35-38.

16- وھبہ زوحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، ۴/۶۸۲۔

' Ibid.,4/682.